قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 15 اگست 2020ء | 25 ذوالحجہ 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 193

ارشادِ باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوا الۡبَیۡعَ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۔

(سورۃ الجمعہ: آیت نمبر 10)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن کے ایک حصے میں نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ دنوں میں بہترین دن جن میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن ھبوطِ آدم ہوا۔ یعنی جنت سے نکلے بھی۔ اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں مسلمان بندہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتا ہے۔

(ترمذی کتاب الجمعۃ باب فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعۃ)

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

سورۃ جمعہ کے یہ آخری رکوع کی آیات ہیں جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے جمعوں کی اہمیت کے بارے میں کھول کر بیان فرمایا۔ پس جمعے پر حاضری اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جمعہ کی نماز کی طرف بلایا جائے تو کسی قسم کی سستی نہ دکھاؤ بلکہ فوری توجہ دیتے ہوئے جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہو جاؤ چاہے جتنی بھی مصروفیت ہے، تجارت کا انتہائی وقت ہے اور اس وقت دنیاوی کام اور تجارت سے بے توجہگی جو ہے ایک کاروباری آدمی کے لیے لاکھوں کروڑوں کے نقصان پر منتج ہوسکتی ہے تو پھر بھی پروا نہ کرو اور دنیا کے لاکھوں کروڑوں کے ممکنہ نقصان کی پروا نہ کرتے ہوئے جمعے پر حاضر ہو جاؤ کیونکہ یہ جمعے کی نماز کی حاضری اور جامع مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کرنا اور امام کا خطبہ سننا تمہارے لیے تمہاری تجارتوں سے، کاروباروں سے، دنیاوی کاموں سے، ہزاروں، لاکھوں گنا زیادہ بہتر ہے لیکن اس کا احساس اسے ہی ہو سکتا ہے جو اس کا صحیح فہم اور ادراک رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صحیح فہم و ادراک رکھنے والا یقیناً ان تجارتوں کو، کاروباروں کو ثانوی حیثیت دے گا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ جمعے کی نماز کے بعد پھر تمہیں آزادی ہے۔ جاؤ اور اپنے دنیاوی کاموں اور کاروباروں میں بے شک مصروف ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دنیاوی کاموں میں بھی برکت عطا فرمائے گا لیکن یہاں پھر واضح فرمایا کہ اپنی عبادتوں کو صرف جمعے تک ہی محدود نہیں رکھنا بلکہ خدا تعالیٰ تمہیں ہر وقت یاد رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف توجہ رکھو تو پھر تمہیں پہلے سے بڑھ کر کامیابیاں ملیں گی، دینی اور روحانی بھی اور دنیاوی بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے جب اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں تو اس بات کو بھی یاد رکھتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے بعد ہم نے عصر کی نماز بھی پڑھنی ہے۔ کہ یہ بھی فرائض میں داخل ہے۔ مغرب کی نماز بھی پڑھنی ہے، عشاء کی نماز بھی پڑھنی

بقیہ صفحہ 4 پر

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

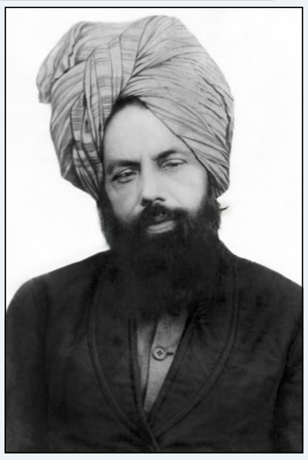

ہندوستان میں جمعہ ادا کرنے کے لئے سرکاری دفتروں میں دو گھنٹے کی رخصت ہوا کرے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ایک دفعہ عورتوں کے جمعہ پڑھنے کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو امر سنّت اور حدیث سے ثابت ہے اس سے زیادہ ہم اس کی تفصیل کیا کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جب مستثنٰی کر دیا تو پھر یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہی رہا۔

(البدر 11 ستمبر 1903ء صفحہ 366 جلد 2 نمبر 34)

پس مردوں پر تو بہرحال واجب ہے کہ اگر وہ مریض نہیں اور کوئی جائز مجبوری نہیں تو بہرحال جمعہ پر آنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کی اہمیت کے بارے میں بتایا اور اسی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اپنے زمانے میں 96-1895ء میں گورنمنٹ میں ایک تحریک کرنی چاہی کہ ہندوستان میں جمعہ ادا کرنے کے لئے سرکاری دفتروں میں دو گھنٹے کی رخصت ہوا کرے اور مسلمانوں سے دستخط لینے شروع کر دیئے۔ لیکن اس وقت مولوی محمد حسین صاحب نے ایک اشتہار دیا کہ یہ کام تو اچھا ہے لیکن مرزا صاحب کے ہاتھ سے یہ کام نہیں ہونا چاہئے، ہم خود اس کو سرانجام دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیں تو کوئی نام و نمود کا شوق نہیں ہے۔ آپ خود کر لیں۔ اور پھر آپ نے کارروائی بند کر دی۔ لیکن پھر نہ مولوی محمد حسین صاحب کو، نہ کسی دوسرے مسلمان عالم کو یہ توفیق ہوئی کہ اس پر کارروائی ہو اور وہ کارروائی آگے نہیں چلی۔

(ماخوذ از ذکرِ حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ، رخصت برائے نمازِ جمعہ صفحہ 42-43)

اس شمارہ میں

- کردار کے غازی
- نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطیؒ
- حضرت مولانا ملک غلام فرید صاحبؓ مرحوم
- برتھ ڈے یا ڈے آف ریمائنڈر

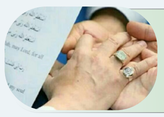

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نصیحت فرمائی:۔

مہر تراضی طرفین سے ہو

مہر ایک ایسا معاملہ ہے جس کی وجہ سے بہت سی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ قضاء میں بہت سارے کیس آتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر تو بڑی عجیب صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ شادی سے پہلے لڑکی والے لڑکے کو باندھنے کی غرض سے زیادہ مہر لکھوانے کی کوشش کرتے ہیں اور شادی کے بعد اگر کہیں جھگڑے کی صورت پیدا ہو جائے، طلاق کی صورت ہو جائے، تو لڑکے بہانے بنا کر اس کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر نظام کے لئے اور میرے لئے اور بھی زیادہ تکلیف دہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں سزا بھی دینی پڑتی ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے واضح ارشادات فرمائے ہیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ کسی نے پوچھا مہر کے متعلق کہ اس کی تعداد کس قدر ہونی چاہئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ مہر تراضی طرفین سے ہو، آپس میں جو فریقین ہیں ان کی رضامندی سے ہو جس پر کوئی حرف نہیں آتا اور شرعی مہر سے یہ مراد نہیں کہ نصوص یا احادیث میں کوئی اس کی حد مقرر کی گئی ہے۔ کوئی حد نہیں ہے مہر کی بلکہ اس سے مراد اس وقت کے لوگوں کے مروجہ مہر سے ہوا کرتی ہے۔ ہمارے ملک میں یہ خرابی ہے کہ نیت اور ہوتی ہے اور محض نمود کے لئے لاکھ لاکھ روپے کا مہر ہوتا ہے۔ صرف ڈراوے کے لئے یہ لکھا جایا کرتا ہے کہ مرد قابو میں رہے اور اس سے پھر دوسرے نتائج خراب نکل سکتے ہیں۔ نہ عورت والوں کی نیت لینے کی ہوتی ہے نہ خاوند کی دینے کی۔ جیسا کہ فرمایا: مسائل اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب لڑائی جھگڑے ہوں۔ فرمایا کہ میرا مذہب یہ ہے کہ جب ایسی صورت میں تنازع آ پڑے تو جب تک اس کی نیت ثابت نہ ہو کہ ہاں رضا و رغبت سے وہ اسی قدر مہر پر آمادہ تھا جس قدر کہ مقرر شدہ ہے تب تک مقرر مہر نہ دلایا جاوے اور اس کی حیثیت اور رواج وغیرہ کو مدنظر رکھ کر پھر فیصلہ کیا جاوے کیونکہ بدنیتی کی اتباع نہ شریعت کرتی ہے اور نہ قانون۔

محکمہ قضا کے لئے ایک ضروری ہدایت

تو اس بارے میں جو معاملات آتے ہیں اس کو بھی قضاء کو دیکھنا چاہئے۔ اتنا ہی نظام کو یا قضا کو بوجھ ڈالنا چاہئے جو اس کی حیثیت کے مطابق ہو اور اس کے مطابق حق مہر کا تعین کرنا چاہئے۔ ایسے موقعوں پر بڑی گہرائی میں جا کر جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ حیثیت کا تعین کرنے کے لئے فریقین کو بھی قول سدید سے کام لینا چاہئے۔ نہ دینے والا حق مارنے کی کوشش کرے اور نہ لینے والا اپنے پیٹ میں انگارے بھرنے کی کوشش کرے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 نومبر 2005ء) (الفضل انٹرنیشنل 16تا22دسمبر 2005ء)

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ

(سنن ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: ’’اے اللہ! ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے ہلاک نہ کر دینا بلکہ اس سے پہلے ہی ہمیں معاف کر دینا‘‘۔

یہ پیارے رسولِ کریم ﷺ کی بجلی کی کڑک کے وقت پڑھنے کی دعا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ جب بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سنتے تو یہ دعا کرتے تھے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 20مارچ 2015 کو سورج گرہن کے موقع پر اپنے خطبہ میں جماعت کو یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

عالمی ادب سے انتخاب

Henrik Ibsen

Henrik Ibsen ناروے کے مصنف اور ڈرامہ نگار تھے۔ Ibsen نے 1879 میں ڈرامہ ’’A Doll´s House‘‘ سے ادب کی دنیا میں بین الاقوامی شہرت پائی۔ انہیں جدید، حقیقت پسندانہ ڈرامہ کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ نارویجن لٹریچر میں سب سے مشہور شخص Henrik Ibsen ہیں۔ ان کی پیدائش 1828ء میں ہوئی اور وفات 1906ء میں ہوئی۔ وہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر بہت اہمیت کے حامل رہے ہیں اور Shakespeare کے بعد ان کے ڈرامے دنیا میں سب سے زیادہ تھیٹرز میں چلائے جاتے ہیں۔ Henrik Ibsen کو جدید ڈرامے کا باپ بھی کہا جاتا ہے۔ Henrik Ibsen کو یورپین لٹریچر کے سب سے بڑے مصنف کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ Richard Hornby نے انہیں ’’ایک گہرے شاعرانہ ڈرامہ نگار کی حیثیت سے بیان کیا ہے جو Shakespeare کے بعد سب سے بہترین ہے‘‘۔ بہت سارے نقاد بھی انہیں Shakespeare کے بعد سب سے بڑا ڈرامہ نگار سمجھتے ہیں۔

(مرسلہ: طاہر محمود خان۔ مربی سلسلہ ناروے)

Henrik Ibsen کا ایک مشہور شعر۔

At leve er krig med trolde i hjertets og hjernens hvælv. At digte – det er at holde dommedag over sig selv.	زندگی گزارنا ایک جن کے ساتھ جنگ کرنا ہے دل اور دماغ کی گہرائی میں۔ شاعری کرنا۔ اپنے اوپر قیامت لانا ہے۔

Henrik Ibsen کی ایک مشہور نظم کے کچھ اشعار۔

Borte! De sidste gæster Vi fulgte til grinden; Farvellets rester Tog nattevinden.	وہ آخری مہمان جنہیں ہم دہلیز تک چھوڑ کر آئے وہ آخری الوداع جنہیں رات کی ہوا لے اُڑی
I tifold øde Lå haven og huset, Hvor toner søde Meg nys berused.	گہری سنسان جگہ میں ایک باغ اور گھر تھا جہاں میٹھی سُر نے مجھے تازہ نشہ کر دیا۔
Det var en fest kun, Før natten den sorte; Hun var en gæst kun, Og nå er hun borte.	وہ بس ایک جشن تھا تاریک رات سے پہلے وہ بس ایک مہمان تھی جو اب جا چکی ہے۔

اداریہ

کردار کے غازی

ایک انسان کی پہچان کے مختلف طریق ہیں جن میں سے دو اہم یہ ہیں کوئی اپنی گفتار سے پہچانا جاتا ہے اور کوئی اپنے کردار اور فعل سے اپنی پہچان بناتا ہے۔لیکن ایک کامیاب واعظ، مبلغ، داعی الی اللہ اور استاذ وہ ہے جو ان دونوں سابقوں سے اپنی پہچان معاشرے میں بنائے۔

ہم بالعموم اپنے معاشرہ میں دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کو باتیں بنانے اور کرنے کی مہارت ہوتی ہے۔ ان کو بات کرنے کا فن اور آرٹ آتا ہے۔ جس سے یہ لوگ ماحول میں دوسروں کو قائل کئے رکھتے ہیں ایسے لوگوں کو ’’گفتار کے غازی‘‘ کہا جاتا ہے۔لیکن ثانی الذکر لوگ بولتے کم ہیں مگر اپنی سیرت و کردار اور اپنے اعمال و اخلاق سے معاشرہ میں پہچان بناتے ہیں۔ یہ لوگ خاموش عملی تصویر ہوتے ہیں جو معاشرے کو اپنی طرف مائل رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ’’کردار کے غازی‘‘ کہلاتے ہیں اور ان کا درجہ ’’گفتار کے غازیوں‘‘ سے بڑھا ہوتا ہے۔

شاید انہی لوگوں کے لئے شاعر نے کہا ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

لیکن ایک کردار اور درجہ ان دونوں سے بلند ہے اور وہ اپنے اعمال کو اپنے اقوال کے مطابق بنانے والے ہوتے ہیں اور یہ لوگ خدا کو سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ انبیاء کرام، مجددین، صلحاء، مقربین، خلفاء اور بہت سے واعظین ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کو نصیحت کرنے سے قبل اپنا محاسبہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اس نصیحت کا پہلا مخاطب سمجھتے ہیں اور پھر منبر پر آ کر نصیحت کرتے ہیں جو دلوں پر اثر کرتی ہے۔ ایک مشہور واقعہ ہم نے بچپن سے سُن رکھا ہے کہ ایک خاتون (ماں) اپنے بچے کو ایک بزرگ کے پاس لے کر گئی کہ وہ بچے کو نصیحت کریں کہ وہ میٹھا زیادہ نہ کھایا کرے (وہ بچہ گڑ بہت کھاتا تھا) بزرگ نے خاتون سے کہا۔ بی بی! بچے کو کل لانا۔ خاتون اس روز بچے کو واپس لے گئی اور اگلے روز بچے کے ساتھ اس بزرگ کے دربار میں دوبارہ حاضر ہوئی اور اپنا مدعا بیان کیا۔ بزرگ نے بچے سے نہایت پیار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ بیٹا! گڑ نہ کھایا کرو اور خاتون کو کہا کہ اس بچے کو واپس لے جاؤ۔ وہ خاتون بہت سیخ پا ہوئی کہ اگر یہی ایک فقرہ بچے سے کہنا تھا تو کل کہہ دیتے۔ مجھے سفر کی صعوبتیں کیوں برداشت کروائیں۔ بزرگ نے خاتون سے مخاطب ہو کر کہا۔ بی بی! میں خود میٹھے کا بہت شوقین ہوں۔ کل میں آپ کے آنے سے قبل گڑ کھا چکا تھا۔ اس لئے میں نے بچے کو نصیحت نہیں کی۔ آج اس بچے کو نصیحت کرنے کی خاطر میں نے اپنے آپ کو گڑ کھانے سے روکے رکھا۔ اس لئے میری نصیحت کارگر ثابت ہوگی۔

مجھے سیرالیون بو (ہیڈ کوارٹر ساؤتھرن پراونس) میں خدمت بجا لانے کا موقع ملا۔ 1983ء میں امیر و مشنری انچارج مکرم مولانا محمد صدیق گورداسپوری مرحوم ہوا کرتے تھے۔ مشن کی مالی حیثیت بہت کمزور تھی اور بعض جائز ضروریات سے بھی اپنے آپ کو روکنا پڑتا تھا۔ چونکہ افریقہ میں مچھر بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے مشن کی طرف سے مچھر مارنے کے لئے Shell Tox اور موسکیٹو کوائلز (Mosquito Quails) کی اجازت ہوتی اور جب مشن یہ سہولت مبلغین کو فراہم کرنے کی طاقت نہ رکھتا تو محترم امیر صاحب کچھ عرصہ کے لئے انہیں خرید کرنے سے روک دیتے اور اپنے ساتھ خدمت بجا لانے والے مبلغ سے مخاطب ہو کر کہتے کہ ’’میں مبلغین کو Shell Tox اور Mosquito Quails کی خرید سے روکنے لگا ہوں۔ آپ نے بھی تا حکم ثانی اپنے مشن کے لئے خرید نہیں کرنی۔‘‘

اسی لئے انگریزی میں کہا جاتا ہے۔

Practice makes a man perfect.

کہ اگر قول و فعل آپس میں یکسانیت اختیار کر جائیں۔ مل جائیں تو انسان مکمل ہو جاتا ہے اور سیرت کا یہ پہلو جہاں انسان کا قد بڑھاتا ہے وہاں معاشرہ میں اس کا مقام بھی بڑھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صرف علم و ہنر کی زیادتی انسان کو بڑا نہیں کرتی۔ اس کی بڑائی کا سرچشمہ دراصل اس کے کردار کی پاکیزگی ہے۔

ابھی جب کہ یہ آرٹیکل زیر تکمیل تھا۔ مجھے ایک خیر خواہ نے ایک مشاعرہ کی ویڈیو بھجوائی۔ جس میں ایک شاعر اپنے پہلے شعر میں یوں گویا ہے۔

بے عمل کو دنیا میں راحتیں نہیں ملتیں
دوستو! دعاؤں سے جنتیں نہیں ملتیں

اس مضمون کے بہت سے رُخ اور بہت سے زاویے ہیں۔ ایک مربی اور مصنف کے ناطے اس لئے اس مضمون کو اس رنگ سے بھی اجاگر کیا جا سکتا ہے کہ جب ہم تقریر کر رہے ہوتے ہیں یا خطبہ دے رہے ہوتے ہیں تو سامعین اور حاضرین ساتھ کے ساتھ ہماری کہی گئی باتوں کو ہمارے جسم کے سانچے میں ڈال کر ہمارے اعمال کی کسوٹی کے ذریعہ پرکھ بھی رہے ہوتے ہیں اور جب ایک بندہ غیوبت میں ہماری کوئی تصنیف، مضمون یا آرٹیکل پڑھ رہا ہوتا ہے تو جہاں وہ مضمون کے پسندگی یا ناپسندگی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے وہاں وہ ہماری شخصیت کے بارہ میں بھی سوچ رہا ہوتا ہے اور ملاقات کا بھی متمنی ہوتا ہے تا محرر کی تحریر کو شخصیت کے آئینہ میں ڈال کر دیکھے کیونکہ بعض مقرر یا محرر دونوں باتوں پر پورا نہیں اُتر رہے ہوتے جبکہ اکثر مقرر اور محرر حُسنِ کلام، حُسنِ تحریر اور حُسنِ سیرت کا جامع ہوتے ہیں اور اس انسان کی شخصیت اگلے انسان کے اندر کھبتی جاتی ہے اور اثر کر رہی ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

’’میں قوّال کی نسبت فعّال کو پسند کرتا ہوں۔‘‘

(الحکم 17 جنوری 1904ء)

قرآن کریم کا مطالعہ کر جائیں۔ آپ کو اٰمَنُوْا کے ساتھ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لکھا ہوا ملے گا کیونکہ ایمان، عمل سے دِکھتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اعمال ایمان کا زیور ہے۔ جسم کی اصل خوبصورتی اس انسان کے نیک اعمال سے ہے۔ جس طرح انسان خوبصورت لگنے کے لئے خوبصورت کپڑے پہنتا ہے اسی طرح روحانی معنوں میں خوبصورتی اس کے نیک اعمال ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہر انسان کے درج ذیل تین دوست ہوتے ہیں۔ 1۔ پراپرٹی۔ جائیداد۔ 2۔ عزیز و اقارب۔ 3۔ اعمال۔

اور انسان کی وفات کے وقت تینوں اپنا اپنا کردار ادا کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ جائیداد وفات پا جانے والے انسان یعنی مالک کو مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ میں نے دنیا میں تمہارا بہت ساتھ دیا۔ تمہیں فائدہ پہنچایا۔ اب آگے فائدہ پہنچانا میرے بس کی بات نہیں۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کہہ کر جائیداد الگ ہو جاتی ہے۔ پھر دوسرا دوست یعنی عزیز و اقارب وفات یافتہ کے پاس حاضر ہوتا ہے اور تدفین کے بعد اس سے یہ کہتے ہوئے الگ ہو جاتا ہے کہ تدفین تک میرا فرض تھا اب تمہارا معاملہ اپنے خدا سے ہے۔ اس میں مَیں کچھ نہیں کر سکتا۔ اب تیسرا اور حقیقی دوست اس کے پاس حاضر ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے پیارے دوست! میں تمہارا تھا اور تمہارا رہوں گا۔ اس دنیا میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ رہا اور اُخروی زندگی میں بھی ساتھ ہی رہوں گا۔ اگر تمہارے اعمال اچھے ہیں تو میں تمہیں جنت تک لے جاؤں گا اور تم اگر بُرے کام اس دنیا میں کرتے رہے تو میں تمہیں واصل جہنم کروں گا اور یہ دوست انسان کے اعمال ہیں اور یہی وہ مضمون ہے جو اس سے قبل ایک شعر میں ادا ہوا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

آنحضرت ﷺ مزید فرماتے ہیں:

ایسا مومن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے سنگترے کی طرح ہے جس کا ذائقہ بھی اچھا ہوتا ہے اس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور ایسا مومن جو قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ تو لذیذ ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔

(صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب اثم من رای بقراۃ القرآن او تاکل بہ او فخر بہ)

یہ اتنا اہم مضمون ہے جسے مختلف لوگوں نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے کہ

Education is not only education but formation.

کہ تعلیم صرف حصول تعلیم کا نام نہیں بلکہ اپنے کردار و سیرت کو سنوارنے اور اس تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنے کا نام ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں تعلیم دینے والے ادارے ہی اخلاقیات کی تباہی کا موجب بن رہے ہیں۔ دنیا بھر کے اکثر اسلامی ممالک میں اسلام کو نافذ کرنے کے مطالبات ہوتے ہیں۔ مگر عملاً یہ قوم اسلامی تعلیمات سے عاری ہیں اور مسلسل غیر اسلامی اعمال بجا لاتے ہیں۔ حرام کی کمائی سے حلال گوشت یا حلال چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ہر طریق سے حرام کماتے ہیں مگر سپر اسٹورز میں جا کر پیکٹس پکڑ کر خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے اجزائے ترکیبی (Ingredients) پڑھتے ہیں۔ جھوٹ کو سینے سے لگاتے ہیں حتیٰ کہ عمرہ اور حج پر جانے کے لئے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ پس یہی معنی ہیں گفتار کے غازی۔ زندہ اور تابندہ وہی ہے جو عمل کے ساتھ اپنے قول کو سنوارتا اور سجاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لیے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمد للہ۔ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار

کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نکمی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لیے کھڑا کیا ہے۔ پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔ وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سُود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرکے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہوسکتی کہ زبان سے اقرار کرلیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدمؑ کے وقت سے شروع ہوئی ہے کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کرکے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 370-371)

اللہ تعالیٰ ہم تمام احمدیوں کو اعمال حسنہ اور اخلاق حسنہ سے اپنی زندگیوں کو مزین کرنے کی توفیق دے کیونکہ اس زمانہ کے مامور حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام تجدید دین کی خاطر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گفتار کے غازی سے پہلے کردار کے غازی بنائے تاہم اپنے خدا کے محبوب بندے بن سکیں۔ آمین

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

ہے کہ یہ نمازیں فرائض میں داخل ہیں اور دنیاوی کاروبار ہوں یا دوسری نعمتیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہیں۔ پس کامیابی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت سے ہی وابستہ ہے۔ یہ جمعہ کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش صرف رمضان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ جہاں جیسا کہ ان آیات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ تمام جمعوں کے بارے میں یہ ایک عمومی حکم ہے، خاص طور پر حکم ہے۔ عمومی بھی ہے اور خاص بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ جمعے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن تو عید کا دن ہے اور یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے اور کس طرح افضل ہے؟ فرمایا کہ اس عید کے لیے سورہ جمعہ ہے یعنی سورۃ جمعہ میں جمعہ کی خاص طور پر ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور پھر آپؑ نے جمعہ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک یہودی کا ایک مکالمہ بھی بیان فرمایا کہ جب اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ جب یہ آیت اتری تو ایک یہودی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے یا اگر ہم پر یہ آیت اترتی تو ہم اس دن عید کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جمعہ عید ہی ہے کیونکہ یہ آیت جمعہ کے دن اتری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مگر بہت سے لوگ اس عید سے بے خبر ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 399)(خطبہ جمعہ 31 مئی 2019)

بقیہ: نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطیؒ...... از صفحہ 5

(حسن المحاضرۃ جزء1صفحہ338)

حسن المحاضرہ آپ نے اپنی وفات سے 12 سال قبل تصنیف فرمائی۔ اس لحاظ سے ممکن ہے کہ آپ کی کتب کی تعداد چھ سو سے بھی زائد ہو۔ آپ کی چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں الاتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ترجمان القرآن، لباب النقول فی اسباب النزول، شرح سنن ابن ماجہ، الخصائص الکبریٰ، تقریب التقریب، طبقات الحفاظ، بغیۃ الوعاۃ، جمع الجوامع، تاریخ الخلفاء، حسن المحاضرۃ، مناقب ابی حنیفہ، انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء وغیرہ

علمی مقام و مرتبہ

علامہ سیوطی خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے اور علوم وفنون کے بحر بیکراں تھے۔ ایک متبحر عالم اور ماہر فنون تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں متعدد علوم جس محنت اور لگن سے حاصل کیے اس کا ثمر اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں دیا کہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم تاریخ وسیرت، علم اصول وغیرہ میں آپ کی تصانیف علمائے متاخرین کے لیے ایک رہنما اور مشعل راہ کے طور پر ہیں اور آپ کی ان کتب کو بطور حوالہ اور مراجع و مصادر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

آپ علماء کے سامنے علم وفضل کا مینار ہیں۔ آپ کی تصنیفات آپ کی علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ تحدیث نعمت کے طور پر لکھتے ہیں ’’میں چاہوں تو ہر مسئلہ کے متعلق نقلی، عقلی دلائل، اس کے اصول و اعتراضات مع جوابات، اس بارے میں مختلف مذاہب کے اختلاف اور ان کے مابین موازنہ وغیرہ کے بارے میں رسالہ لکھنا چاہوں تو اپنی قوت یا طاقت سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور توفیق سے لکھ سکتا ہوں۔‘‘

(حسن المحاضرۃ جزء1صفحہ339)

آپ بڑے زود نویس، حاضر جواب، متواضع، قناعت پسند اور بڑے عبادت گزار تھے۔

مجتہد مطلق اور مجدد ہونے کا دعویٰ

علامہ سیوطی کی طرف اجتہاد مطلق کا دعویٰ کی نسبت بھی بیان کی جاتی ہے لیکن علامہ سیوطی نے اس کی وضاحت خود کردی کہ اس سے مراد ائمہ اربعہ کی طرح کا اجتہاد مطلق نہیں ہے بلکہ اجتہاد منتسب ہے۔ اگر میں اجتہاد مطلق کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہوتا تو اپنے فتاویٰ شافعی فقہ کے مطابق نہ دیتا۔

(مقدمۃ ذیل طبقات الحفاظ جزء 1 صفحہ 224)

علامہ سیوطی نے نویں صدی ہجری کے مجدد ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب ’’رسالہ فیمن یبعث اللہ لھذا الامۃ علی راس کل مائۃ‘‘ میں تحریر کیا ہے کہ جس طرح امام غزالی کو اپنے مجدد ہونے کا خیال تھا اسی طرح مجھے امید ہے کہ میں نویں صدی کا مجدد ہونگا۔

عظیم مفسر و محدث اور مورخ

اللہ تعالیٰ نے علامہ سیوطی کو نہ صرف مجتہدانہ و فقیہانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا بلکہ آپ ایک عظیم مفسر، محدث اور مورخ بھی تھے۔ آپ کا حافظہ اس قدر اچھا تھا کہ آپ کو دو لاکھ احادیث یاد تھیں۔ علماء و محدثین کے نزدیک علامہ سخاوی علل حدیث کے ماہر، علامہ ذہبی اسماء الرجال کے ماہر اور علامہ سیوطی حفظ المتون کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔

(مقدمۃ ذیل طبقات الحفاظ جزء1صفحہ225)

آپ احادیث کے بارہ میں خواب میں رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی لیا کرتے تھے۔

علامہ سیوطی ایک عظیم مفسر بھی تھے۔ آپ نے تفسیر بالماثور تصنیف فرمائی جو الدر المنثور کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں آپ نے صرف روایات کو جمع کیا ہے اپنی رائے وغیرہ کو بالکل بیان نہیں کیا۔ یہ تفسیر چھ جلدوں میں موجود ہے۔ اسی طرح آپ نے قرآن کریم کی آیات کے شان نزول کے بارہ میں ایک کتاب لباب النقول فی اسباب النزول تالیف فرمائی۔

وفات

علامہ سیوطی نے اپنی عمر کے آخری عشروں میں عبادت کے لیے انقطاع الی اللہ اختیار کرلیا۔ آپ روضۃ المقیاس میں گوشہ نشین ہوگئے۔ آخری عمر میں آپ ایک مرض میں مبتلا ہوگئے اور بائیں بازو میں ورم ہوگیا۔ بالآخر 19 جمادی الاولیٰ 911ھ جمعہ کی رات کو قریباً باسٹھ62سال کی عمر میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ وفات کے وقت آپ نے سورۃ یٰسین کی خود تلاوت کی۔ نماز جنازہ جمعہ کے بعد الروضہ کی ’’جامع الشیخ احمد ابارِیقی‘‘ میں امام شعرانی نے پڑھائی۔ آپ قاہرہ میں باب القرافہ کے باہر حوش قوصون (کیسون) میں دفن کئے گئے۔

بقیہ: برتھ ڈے یا ڈے آف ریمائنڈر...... از صفحہ 8

سب عارضی باتیں ہیں)

آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’انسان عمر کا خواہشمند ہوکر نفس کے دھوکوں میں پھنسا رہتا ہے۔ دنیا میں عمریں دیکھتے ہیں کہ ساٹھ کے بعد تو قویٰ بلکل گداز ہونے لگتے ہیں۔ بڑا ہی خوش قسمت ہوتا ہے جو اسّی یا بیاسی تک عمر پائے اور قویٰ بھی کسی حد تک اچھے رہیں ورنہ اکثر نیم سودائی سے ہو جاتے ہیں۔ اسے نہ تو پھر مشورہ میں داخل کرتے ہیں‘‘(یعنی دوسرے لوگ پھر اس سے مشورہ بھی نہیں لیتے)’’اور نہ اس میں عقل اور دماغ کی کچھ روشنی باقی رہتی ہے۔ بعض وقت ایسی عمر کے بڑھوں پر عورتیں بھی ظلم کرتی ہیں کہ کبھی کبھی روٹی دینی بھی بھول جاتے ہیں۔‘‘(گھر والوں کا بھی بعض دفعہ بعض لوگوں سے اچھا سلوک نہیں ہوتا۔) آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’مشکل یہ ہے کہ انسان جوانی میں مست رہتا ہے اور مرنا یاد نہیں رہتا۔‘‘(اور اسی طرح جو باختیار انسان ہوتا ہے وہ اس کو سمجھتا ہے کہ ہمیشہ یہی حالت رہنی ہے۔) آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’برے برے کام اختیار کرتا ہے اور آخر میں جب سمجھتا ہے تو پھر کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ غرض اس جوانی کی عمر کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔‘‘

(ملفوظات جلد3صفحہ 422تا425)

حرف آخر

ہر برتھ ڈے تو محض ایک ری مائنڈر ہوتی ہے کہ اے غافل انسان! زندگی کے حساب کا وقت، زندگی کے قرض کی ادائیگی کا وقت قریب آتا جا رہا ہے۔ اس لئے برتھ ڈے سلیبریٹ کرنے کے لئے نہیں سوچنے کے لئے ہوتی ہے کہ

’’اے ہمارے ربّ! تُو نے اس (عالم) کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تُو (ایسے بےمقصد کام کرنے سے) پاک ہے۔ پس تُو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا (اور ہماری زندگی کو بے مقصد ہونے سے بچالے)‘‘

(آل عمران: 192)

نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطیؒ

(باسل احمد بشارت)

نام و نسب

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا نام عبد الرحمٰن، کنیت ابو الفضل اور لقب جلال الدین ہے۔ آپ کا ایک اور لقب ''ابن الکتب'' بھی مشہور ہے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ آپ کے والد محترم نے آپ کی والدہ محترمہ سے کوئی کتاب طلب کی جس کے لیے آپ کی والدہ کتب خانے گئیں اور وہاں اچانک انہیں درد زہ شروع ہوگئی اور وہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ اسی وجہ سے ''ابن الکتب'' یعنی کتابوں کا بیٹا بھی آپ کی کنیت ہوگئی۔

(النور السافر جزء1صفحہ51)

آپ کا نسب نامہ یہ ہے: عبد الرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر بن محمد بن سابق الدین ابی بکر بن فخر الدین عثمان بن ناظر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابی الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن شیخ ہمام الدین الہمام الخضیری الاسیوطی۔

آپ کے جدّ اعلیٰ ہمام الدین صوفی بزرگ اور آپ کے والد محترم ایک عالم اور شافعی فقیہ تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ ایک ترکی خاتون تھیں۔

(مقدمہ ذیل الطبقات جزء1صفحہ223)

سیوطی کی وجہ تسمیہ

مصر میں دریائے نیل کے مغربی کنارے پر واقع شہر اسیوط میں ولادت کی وجہ سے آپ سیوطی کہلائے۔ آپ کے آباء و اجداد میں سے کسی نے وہاں ایک مدرسہ بنایا تھا اور اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔

ولادت باسعادت

علامہ سیوطی کی ولادت یکم رجب 849ھ بروز اتوار بعد نماز مغرب اسیوط میں ہوئی۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

''میری پیدائش اوائل ماہ رجب 849ھ اتوار کی شام بعد مغرب ہوئی۔ میرے والد محترم کی زندگی میں ہی مجھے شیخ محمد مجذوب کے پاس لے جایا گیا جو کبار اولیاء اللہ میں سے تھے اور مشہد نفیسی کے پڑوس میں رہتے تھے تو انہوں نے مجھے برکت کی دعا دی۔''

(حسن المحاضرۃ جزء1صفحہ336)

ابتدائی تعلیم و تربیت

علامہ سیوطی کی نشوونما ایک دینی و علمی ماحول میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم آپ کو بہت چھوٹی عمر سے ہی دینی مجالس میں لے جایا کرتے تھے۔ آپ تین سال کے تھے جب علامہ ابن حجر عسقلانی کی مجلس میں آپ کو ساتھ لے گئے۔ لیکن آپ ابھی پانچ سال اور سات ماہ کے ہی ہوئے تو والد محترم کی وفات ہوگئی۔ وفات سے قبل انہوں نے آپ کو شہاب بن طباخ اور کمال الدین ابن ہمام کی کفالت میں دے دیا۔ چنانچہ ان کی سرپرستی میں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ابن ہمام نے آپ کو شیخونیہ میں داخل کروادیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا خاص فضل فرمایا اور آپ کو غیر معمولی ذہانت اور فہم و فراست عطا کی اور علوم کی تحصیل کو آپ پر آسان فرما دیا۔ چنانچہ قریباً آٹھ سال کی عمر میں ہی آپ نے قرآن کریم حفظ کرلیا پھر مختلف معروف کتب کو یاد کیا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

''میری نشوونما یتیمی کی حالت میں ہوئی۔ قریباً آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ پھر ''العمدۃ''، ''منہاج الفقہ''، ''الاصول'' اور ''الفیۃ ابن مالک'' کو یاد کرلیا۔''

(حسن المحاضرۃ جزء1 صفحہ336)

تحصیل علم اور اساتذہ

علامہ سیوطی نے باوجود یتیمی کے اپنے زمانہ کے کبار علماء سے علم حاصل کرنے کی توفیق پائی۔ آپ نے 864ھ میں پندرہ سال کی عمر میں باقاعدہ علم حاصل کرنا شروع کیا۔ آپ نے اپنے زمانہ کے ماہر فن علامہ شیخ شہاب الدین الشار مساحی سے علم الفرائض سیکھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

''میں نے شیخ شہاب الدین کی خدمت میں ان کی شرح علی المجموع پڑھ کر سنائی تو انہوں نے مجھے 866ھ میں لغت عربی کی تدریس کی اجازت دی۔ پھر میں نے اسی سال تعوذ اور تسمیہ کی شرح تحریر کی اور شیخ الاسلام علم الدین بلقینی کو بغرض رہنمائی پیش کی جس پر انہوں نے تقریظ لکھی۔''

(حسن المحاضرۃ جزء1 صفحہ336)

آپ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی کی وفات تک ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بعدہ ان کے بیٹے سے زانوئے تلمذ تہ کیا اور متعدد مشہور کتب کے متعلقہ اہم حصے انہیں سنائے جس کے بعد انہوں نے علامہ سیوطی کو تدریس اور فتویٰ کی اجازت 876ھ میں دی جبکہ آپ کی عمر ستائیس سال تھی۔

(حسن المحاضرۃ جزء1 صفحہ337)

878ھ میں جب شیخ الاسلام علم الدین کے بیٹے بھی وفات پا گئے تو علامہ سیوطی نے شیخ الاسلام شرف الدین مناوی کی شاگردی اختیار کی۔ علوم حدیث اور علوم عربیہ آپ نے علامہ تقی الدین شبلی حنفی سے سیکھے اور چار سال تک ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ انہوں نے آپ کی کتب شرح الفیۃ ابن مالک اور جمع الجوامع پر تقریظ یعنی دیباچہ لکھا۔

امام سیوطی نے علامہ تقی الدین کی وفات کے بعد علامہ محی الدین کافیجی کے پاس چودہ سال رہ کر متعدد علوم حاصل کیے جن میں علم تفسیر، علم الاصول، علم العربیۃ، علم المعانی وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے آپ کو سند اجازت سے بھی نوازا۔ اس کے بعد شیخ سیف الدین حنفی سے کشاف، توضیح، تلخیص المفتاح وغیرہ کے دروس لیے۔

آپ نے فقہ و نحو علماء کی ایک جماعت سے سیکھا۔ غرضیکہ آپ نے اپنے زمانہ کے چوٹی کے علماء و فضلاء سے اکتساب علم کیا۔ آپ نے جن اساتذہ سے علوم کا سماع کیا یا ان کے سامنے بیٹھ کر کتابوں کی قرأت کی، یا جن سے آپ کو محض اجازت حاصل تھی، آپ نے اپنی کتب میں ان کی تعداد ایک سو اٹھاون لکھی ہے۔

اسفار

علامہ سیوطی نے تحصیل علم کے لیے متعدد اسفار کیے۔ آپ بلاد شام بھی گئے۔ حجاز، یمن، ہندوستان، مغرب، تکرور المحلۃ، الدمیاط اور الفیوم وغیرہ کا طویل سفر اختیار کیا۔ آپ جب بھی حج کرتے تو یہ دعا کرتے کہ میدان فقہ میں اللہ تعالیٰ آپ کو شیخ سراج الدین بلقینی اور حدیث کے میدان میں حافظ ابن حجر جیسا مقام و مرتبہ عطا فرمادے۔

(حسن المحاضرۃ جزء1 صفحہ338)

تلامذہ

علامہ سیوطی نے متعدد درسگاہوں میں اپنے علم کی روشنی سے سینکڑوں طلباء کو منور کیا۔ دور دراز سے متلاشیان علم آپ کے پاس آکر فیضیاب ہوتے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ایک حافظ شمس الدین محمد بن علی داؤدی مصری شافعی ہیں۔

فتویٰ

آپ نے 871ھ میں 22سال کی عمر میں فتویٰ دینا شروع کیا۔ آپ نئے پیش آمدہ مسائل میں شافعی فقہ کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اہم خدمات

علامہ سیوطی 872ھ میں شیخونیہ میں فقہ کے مدرس مقرر ہوئے پھر جامع ابن طولون میں کچھ دیر املاء حدیث کروائی۔ پھر آپ کو جلال بکری کے بعد بیبرس کے مشیخۃ الحدیث کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ آپ نے بڑی محنت اور تندہی سے وہاں اس ذمہ داری کو ادا کیا۔ مخالفین کو یہ بات ہضم نہ ہوئی اور جوڑ توڑ شروع کردی۔ آپ کے خلاف اندرونی تانے بانے اور حسد و بغض کی وجہ سے سلطان الملک العادل طومنبای اول نے آپ کو رجب 906ھ کو اس عہدے سے ہٹا دیا۔ اس کے بعد آپ پھر اپنے روضۃ المقیاس میں گوشہ نشین ہوگئے۔ 909ھ میں امراء و حکام نے بہت اصرار کیا کہ آپ بیبرس کی درسگاہ کو دوبارہ سنبھالیں لیکن آپ نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور اپنی گوشہ نشینی میں ہی رہے۔

اعیان حکومت اور امراء آپ کے پاس تشریف لاتے اور آپ کی خدمت میں تحائف پیش کرتے لیکن آپ انہیں قبول نہ کرتے۔ سلطان الملک الاشرف نے ایک دفعہ آپ کو ایک ہزار دینار اور ایک مینڈھا بھیجا۔ آپ نے دینار تو واپس کردیئے لیکن مینڈھا رکھ لیا۔ آپ کو سلطان نے متعدد بار بلا بھیجا لیکن آپ کبھی محل میں نہ گئے۔

(مقدمہ ذیل الطبقات جزء1صفحہ224)

902ھ میں آپ کو خلیفہ متوکل کی طرف سے قاضی القضاۃ کے عہدہ کی بھی پیشکش ہوئی۔

تصنیفات

علامہ سیوطی نے تصنیف کے کام کا آغاز 866ھ سے کیا اور 872ھ میں حدیث املاء کروانی شروع کی۔ علامہ سیوطی نے درس و تدریس چھوڑ کر جب گوشہ نشینی اختیار کی تو دیگر بزرگان کی طرف ذکر و اذکار اور وظائف وغیرہ میں ہی مصروف نہ رہے بلکہ آپ نے تصنیفی کام کی طرف توجہ دی اور ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور علمائے اسلام کو متعدد شاہکار تصانیف سے مستفیض کیا اور یوں آپ نے قلم کا جہاد کیا اور یہ آپ کے تجدیدی کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔

آپ کی تصانیف کی تعداد کے بارہ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ تعداد چھ سو تک ہے۔ آپ کے شاگرد داؤدی کے نزدیک ان کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے۔ آپ نے خود اپنی کتاب ''حسن المحاضرۃ'' میں اپنی تصانیف کی تعداد تین سو تحریر فرمائی ہے۔ اور ساتھ لکھا ہے کہ ''یہ تعداد ان کتب کے علاوہ کی ہے جو میں نے ضائع کردیں یا جن سے میں نے رجوع کرلیا۔''

بقیہ صفحہ 4 پر

بقیہ: حضرت مولانا ملک غلام فرید صاحبؓ مرحوم...... از صفحہ 5

والد صاحب سے کہا:

"نور دینا! غلام فرید تیرا لڑکا دیندار ہوگا۔" اس کے کچھ عرصہ بعد دادا جان نے بیعت کر لی۔"

حضرت ملک غلام فرید صاحب بیان کرتے ہیں کہ:"ایک دفعہ والد صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ مجھے چھری سے ذبح کرنے لگے ہیں۔اتنے میں وہ بیدار ہوگئے۔"

حضرت ملک صلاح الدین صاحب مرحوم بیان فرماتے ہیں کہ اس خواب کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ:"حضرت ملک صاحب نے1916ء میں اپنی زندگی خدمت اسلام و احمدیت کے لئے وقف کی۔ بی اے کرنے کے بعد اس نیت سے گورنمنٹ کالج میں کسی اور مضمون میں داخلہ لیا کہ اس کے بعد واپس قادیان پہنچ کر خدمات بجالائیں گے۔حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش تھی کہ آپ ایم اے انگلش کریں۔حضرت ملک صاحب کوحضورؓ کی اس منشا کا علم نہ ہوسکا تھا۔اس سلسلہ میں کچھ غلط فہمی پیدا ہوئی۔تاہم حضورؓ کی شفقت اورمہربانی اور جماعت کے بزرگوں حضرت قاضی امیرحسین شاہ صاحبؓ،حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ کی سفارش پر حضورؓ نے معاف فرمادیا۔حضرت ملک صاحب نے ایم اے انگریزی کیا۔ وقف کا عہد اس سے پہلے کیا ہوا تھااسے حضرت امام جماعت کی خواہش کے تابع عمر بھر نبھایا۔"

حضرت ملک صاحب کی خدمات سلسلہ ان گنت ہیں لیکن آپ کی خدمات کو دومندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:1) میدان تبلیغ میں آپ کی خدمات 2) قلمی خدمات۔

میدان تبلیغ

جرمنی میں اولین مبشر ومجاہد حضرت مولوی مبارک علی صاحب بنگالی تھے۔ دوسرے مبشر ومجاہد کے طور پرحضرت ملک صاحب کوبھجوایا گیاجہاں آپ نے بھر پور خدمات سرانجام دیں۔تاہم مسجد احمدیہ تعمیر کرنے کے لئے جتنی رقم مطلوب تھی اس کی توفیق اس وقت جماعت احمدیہ کو نہیں تھی۔ چنانچہ حضورؓ کی ہدایات پرمسجد کا پلاٹ فروخت کر کے عارضی طور پر اس مشن کو بند کر دیا گیا اور ہر دومبشرین کو احمدیہ مشن انگلستان میں مقرر کر دیا گیا اور یہ رقم مسجدفضل لندن کے قیام وتعمیر میں صرف ہوئی۔ جرمنی مشن بند ہو جانے کے بعد حضرت ملک صاحب کا تبادلہ انگلستان 1924ء تا 1928ء) میں کر دیا گیا۔

1924ء میں ویمبلے کانفرنس بابت مذاہب عالم منعقد ہونے والی تھی۔ جس کا دعوت نامہ قبول کر کے حضورؓ ایک وفد کے ساتھ وہاں تشریف لئے گئے۔ آپؓ کا مضمون ابھرتے ہوئے نوجوان خادم دین حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے پڑھا۔مضمون کی اور پڑھنے والے دونوں کی تعریف ہوئی۔حضورؓ نے یہ دعوت نامہ قبول فرمایا تھا تا کہ یورپ کے حالات کا آپؓ مطالعہ فرماسکیں اور اس جائزہ کی روشنی میں آپؓ تبلیغی منصوبہ بنائیں۔حضورؓ نے مسجدفضل لندن کی بنیاد بھی رکھی اور انچارج مبلغ لندن حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحب اور حضرت ملک صاحب نے اس مرکز تثلیث میں اولین موذن کے طور پر صدائے اذان بلند کرنے کی سعادت پائی۔ ویسٹ منسٹر گزٹ کے نمائندے کو مسٹر ملک سیکرٹری مسجد نے بتایا کہ امیرفیصل کی غیر حاضری نے قدرتاً طبائع میں ملال پیدا کیا اور افتتاح کے سلسلہ میں یہ لکھا کہ:

"سب سے اچھا اور دیکھنے کے قابل وہ موقعہ تھا جب موذن نے منارے پر چڑھ کر اذان دی۔ اذان دن میں پانچ دفعہ دی جاتی ہے جس کا مطلب ہے کہ خدا بہت بڑا ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے اور صبح کی اذان میں یہ زائد کہا جاتا ہے کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔"

اسی زمانہ میں ملک صاحب کے خطوط اور مضامین انگلستان کے اعلیٰ اخبارات میں شائع ہوتے تھے۔ ان میں اسلام کے بارے میں چھپنے والی غلط باتوں کی تردید کی جاتی تھی۔

آپ کی ابتدائی قلمی خدمات انگلستان میں شروع ہوئیں۔ جب مذہبی امور کے متعلق مختصر مدلل خطوط یا تردیدی جواب آپ سپرد قلم کرتے تھے اور وہاں کے اعلیٰ پایہ کے روزنامے انہیں شائع کرتے تھے۔ گویا زبان وغیرہ کے لحاظ سے وہ ان کے معیار کے مطابق ہوتے تھے۔ انگلستان سے واپسی کے بعد آپ کی قلمی خدمات کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ پہلے آپ پندرہ روزہ انگریزی "سن رائیز" کے اور پھر انگریزی ماہنامہ "ریویو آف ریلیجنز" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔حضرت ملک صاحب کی قلمی خدمات حسب ذیل ہیں:

1) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تربیتی اور تبلیغی ضروریات کے پیش نظر ایک پندرہ روزہ انگریزی اخبار جاری فرمایا اور اسکانام sunrise رکھا۔ یہ رسالہ حضرت مولوی محمد الدین صاحب بی اے (سابق مبلغ امریکہ) کی ادارت میں دسمبر 1926ء میں جاری ہوا 1928ء کے وسط میں حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ ایم۔ اے اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔حضرت ملک صاحب نے فروری 1932ء تک اس رسالہ کی ادارت کے فرائض سر انجام دیے۔

2) انگریزی ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز کی ادارت حضرت ملک فرید صاحبؓ کو بھی نصیب ہوئی اور 1932ء سے ستمبر 1938ء تک اس رسالے کی ادارت کے فرائض آپ نے سرانجام دیئے۔

3) ترجمہ وتفسیر القرآن انگریزی۔

حضرت ملک صاحبؓ کی خدمت جلیلہ

حضرت مرزا بشیراحمد صاحبؓ نے 30جنوری 1956ء کو ملک صاحب کو رقم فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس کام میں آپ کے ساتھ ہو اور روح القدس سے نصرت فرمائے۔ اور آپ کے دل و دماغ میں روشنی پیدا کرے جو آج قرآنی علوم کی تفسیر کے لئے ضروری ہے۔"

تعلیم الاسلام کالج کے ازسر نو 1944ء میں قیام پر اس کی منیجنگ کمیٹی کے سیکرٹری پھر ترجمہ وتفسیر القرآن کمیٹی کے آپ ممبر مقرر ہوئے۔ محترم ملک صاحب کی دردمندانہ دعائیں 1943ء میں کوئی اٹھائیس سال کے بعد پورا ہونی شروع ہوئیں اور 1969ء تک گویا چھبیس سال میں پوری ہوئیں۔ مسلسل محنت اور مساعی کے بعد آخر حضرت ملک صاحب کے وقت قرآن کی آخری جلد کی اشاعت پر 22 مارچ 1963ء کو پانچ جلدوں میں تفسیر مکمل ہوئی۔تفسیر القرآن انگریزی کی آخری جلد 1963ء میں منظر عام پر آنے کے بعدحضرت ملک غلام فرید صاحب اس کوشش میں جُت گئے اور 1969ء میں ایک مختصر جلد بھی سلسلہ کی طرف سے One Volume Commentry کے نام سے شائع ہوئی۔

قرآن کریم کو انگریزی ترجمہ میں مکمل کرنے کے لئے آپ نے دن رات محنت شاقہ کی۔ پہلے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مولانا شیر علیؓ کے ساتھ مل کر اور بعد میں سالہا سال اکیلے ہی آپ نے نہایت عمدہ ترجمہ مع مختصر تفسیر مرتب کرنے کی توفیق پائی۔

حضرت ملک غلام فرید صاحب کو 1929ء یا 1928ء میں دورہ کے لئے ملک بنگال میں خدمت کرنے کی توفیق ملی جہاں پر آپ نے مختلف جگہ پر متعدد لیکچروں کے ذریعہ اور ملاقاتوں سے مسلم سیاسی رہنماؤں تک حضورؓ کے نظریات پہنچائے۔ آپ نے واپس قادیان پہنچ کر حضور انورؓ کو اپنے دورہ کے بارے میں آگاہ کیا۔ 1938ء آپ نے ایک خدمت نصرت گرلز ہائی سکول کے مینیجر کی حیثیت سے سرانجام دی۔ 1945ء میں "مجلس مذہب و سائنس" کا قیام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا: جس کے انگریزی حصہ کے ایڈیٹر محترم ملک غلام فرید صاحبؓ مقرر کئے گئے۔ اس مجلس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ جماعت میں اعلیٰ علمی تحقیق کا ذوق پیدا کیا جائے۔

وصال

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ 7جنوری 1977ء بروز جمعہ 79سال کی عمر میں رحلت فرماکر اپنے مولاحقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کی وفات کے تذکرہ میں یہ بھی ارشادفرمایا کہ"۔۔۔۔دوستوں کو چاہیے کہ احمدیت کے ایسے بزرگ اور فدائی کی نماز جنازہ میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوں۔ جہاں ہمیں اپنے لئے دعا کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور جانے والے بھائی کے لئے بھی دعا کا خاص موقع ملتا ہے۔"

(ماخوذ از کتاب مبشرین احمد، مصنفہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

بچوں کی آمین پر دعائیہ نظم

نورفرقاں دل میں بھردے حُبِ قرآں دے اسے
یا الٰہی قرب اپنا علم و عرفاں دے اسے

دل سے نکلی یہ دعا آمین کی تقریب پر
ناظرہ تو ہوگیا، اب فہم قرآں دے اسے

دل میں گھر قرآں کی تعلیم کا بنتا رہے
ہو نصیبا چاند سا تاروں کی افشاں دے اسے

خدمتِ قرآن میں ہو زندگی اسکی بسر
ہو الٰہی احکام پر قائم وہ ایماں دے اسے

سرورِ عالم کا جھنڈا یہ سدا اونچا رکھے
دعوتِ تبلیغ کے زرخیز میداں دے اسے

دل میں ہیں جو بھی دعائیں میرے بچوں کے لیے
ان مناجاتوں کا حصہ پیارے یزداں دے اسے

(منصورہ فضل منؔ)

مبلغین برطانیہ کا تعارف

حضرت مولانا ملک غلام فرید صاحب رضؓ مرحوم

(ندیم احمد بٹ۔مربی سلسلہ)

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ بلاشبہ ان اصحاب احمد میں شامل ہیں جو احمدیت کے ماتھے کا جھومر تھے۔شمع احمدیت کے پروانے تھے۔ وہ مسیح پاک کی صداقت کا نشان تھے۔ ان کے وجودوں میں مسیح پاکؑ کی مسیحائی کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ یہ تبدیلی جو ان کے دلوں میں پیدا ہوئی یہ اس مسیح کا اعجاز تھا جو دلوں کی سرزمین میں محبت الٰہی کے بیج بونے آیا تھا۔ اس صدی میں مسیح پاکؑ کے ہاتھ سے جو دل صاف ہوئے یا جن دلوں کو خدا تعالیٰ نے مسیح پاکؑ کے انصار و اعوان کے طور پر چنا انہیں دلوں میں سے ایک دل حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ کے سینے میں دھڑک رہا تھا۔

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ کی ولادت

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ حضرت ملک نور الدین صاحب کی اہلیہ اول کے بطن سے تھے۔ آپ کی پیدائش 1896ء میں کنجاہ ضلع گجرات میں ہوئی تھی اور مشہور بزرگ صوفی بابا فرید گنج شکرؒ کے ساتھ عقیدت کی بنا پر آپ کا نام غلام فرید رکھا گیا تھا۔ 13 فروری 1975ء کو آپ کی والدہ صاحبہ (بعمر 75سال) کے انتقال کے بعد آپ کے والد صاحب نے محترمہ بیگم بی بی صاحبہ سے شادی کرلی۔ ان کے بطن سے 1909ء میں ملک عبد الرحمٰن صاحب پیدا ہوئے۔ شادی ہونے پر والدہ صاحبہ نے بھی بیعت کرلی۔ اور انہوں نے ان دونوں بھائیوں کی اور والد ماجد کے بھتیجے ملک بشیر علی صاحب کی پرورش کی۔

والد صاحب کی بیعت

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ اپنے والد ماجد کی بیعت اور زیارت کا شرف حاصل ہونے کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

’’حضرت والد صاحب اراضی کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گجرات شہر جایا کرتے تھے۔ منڈی میں کھانے کی دکانیں تھیں۔ وہاں کھانے کے لئے جاتے تھے۔منڈی میں ہی الٰہی بخش صاحب اور ان کے بیٹے رحیم بخش صاحب کی دکان ’’الٰہی بخش رحیم بخش تاجران کتب‘‘ کے نام سے تھی۔ وہاں بھی جاتے ہوں گے۔ چنانچہ وہاں آپ نے ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ یا ’’ازالہ اوہام‘‘ دیکھی۔ اور اس کا تھوڑا عرصہ مطالعہ کر کے ان صاحبان سے جو صحابی تھے، دریافت کیا کہ یہ کس کی تصنیف ہے اور کہا کہ مجھے تو یہ نبی معلوم ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کی تصنیف ہے۔ جن کا دعویٰ مہدی اور مسیح ہونے کا ہے۔ چنانچہ والد صاحب نے بیعت کرلی۔ سال والد صاحب بھول گئے آپ بتاتے تھے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہلم میں بہ مقدمہ کرم دین تشریف لائے میں نے اس وقت یعنی 1903ء میں بیعت کی تھی۔‘‘ آپ کے والد ماجد اپنے خاندان میں اولین احمدی تھے۔

جب حضرت ملک نور الدین صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کی تو آپ کے اقارب نے آپ کو گھر سے نکال دیا اور میل جول بند کر کے بائیکاٹ کر دیا۔ چنانچہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے آپ کو تجویز پیش کی کہ آپ اپنے بچوں کو قادیان میں تعلیم دلائیں۔ حضرت ملک غلام فرید صاحب نے اپنے وطن کنجاہ میں تعلیم پائی اور پھر مزید تعلیم کے لئے مشن سکول گجرات میں داخل ہوئے۔ لیکن جلد اس مدرسہ کو خیر باد کہہ کر آپ تعلیم کی خاطر قادیان چلے گئے۔

دیگر حالات

محترم ملک غلام فرید صاحبؓ حصول تعلیم کے لئے 1909ء میں قادیان آئے۔ آپ کو ایک بہت بڑی سعادت یہ حاصل ہوئی کہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صحبت میں ایک بہت بڑا وقت گزارا۔ آپ بیان کرتے ہیں:

’’مجھے بچپن سے ہی قرآن کریم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اور اس شوق کو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے درسوں کو نوٹ کر کے پورا کیا حضور کے میں ایسے درسوں میں بھی شامل ہوتا تھا جس میں کسی اور لڑکے کو شامل ہونے کی اجازت نہ تھی۔‘‘

اپریل 1909ء میں قادیان آئے اور مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے تو اس وقت تعلیم الاسلام اسکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی صدر الدین صاحب، مدرسہ احمدیہ کے بھی افسر اعلیٰ تھے انہوں نے آپ کے والد صاحب کہا کہ مدرسہ دینیات میں پڑھائی کا انتظام اچھا نہیں۔ آپ اپنے بچے کو ہائی سکول میں داخل کرائیں۔ جہاں کافی دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ والد صاحب نے کہا کہ بچے سے ہی پوچھ لیجئے۔ میں نے اصرار سے کہا کہ میں مدرسہ احمدیہ میں ہی داخل ہوں گا۔ چنانچہ میرا مدرسہ احمدیہ میں داخلہ ہوا۔ پرائیوٹ طور پر آپ نے حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری سے بھی قرآن کریم کے ایک حصہ کا ترجمہ پڑھا۔ حضرت ملک صاحبؓ نے ایم۔ اے انگلش میں کامیابی حاصل کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کا نکاح محترمہ نواب بیگم صاحبہ ہمشیرہ محترم شیخ فضل صاحب بٹالوی سے مبلغ ایک ہزار روپے حق مہر 28 فروری 1920ء کو پڑھا۔ ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک صاحبؓ کو چھ بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔ جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:

1) مکرم ملک مبارک احمد صاحب (وفات 1979ء) 2) مکرم ملک منصور احمد صاحب 3) مکرم میجر ریٹائرڈ ملک محمود احمد صاحب (وفات 1982ء) 4) مکرم ملک مبشر احمد صاحب (مینیجنگ ڈائریکٹر سیمنٹ فیکٹری لاہور) 5) کرنل ریٹائرڈ مکرم ملک منور احمد لاہور 6) مکرم پروفیسر ڈاکٹر ملک کرشن احمد صاحب (امریکہ) 7) مکرمہ زاہدہ بیگم صاحبہ مرحومہ 8) مکرمہ راشدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم جری اللہ خان صاحب (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان، مقیم لاہور) 9) مکرمہ منصورہ بیگم صاحبہ والدہ مکرم عامر ملک صاحب (جرمنی)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی فکر مندی حضرت ملک صاحب کے متعلق: محترم حضرت ملک صلاح الدین صاحب مؤلف ’’اصحاب احمد‘‘ تالیف فرماتے ہیں ’’خاکسار مولف نے لاہور جانے پر حضرت ملک صاحب کے پاس ان کے نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک قلمی مکتوب دیکھا تھا۔ جس میں ان کو دل کی تکلیف ہوجانے پر فکرمندی کا اظہار فرمایا تھا اور پانچ صد روپیہ بھجواتے ہوئے خاص توجہ سے علاج کرانے کا ارشاد فرمایا تھا اور غالباً اس میں یہ بھی رقم فرمایا تھا کہ علاج کے لئے حضور مزید اخراجات دیں گے۔ آپ کے فرزند ملک منور احمد صاحب اس علالت کے بارے بیان کرتے ہیں کہ حضورؓ نے ارشاد فرمایا تھا کہ آپ بہت سے ماہر ڈاکٹروں سے مشورہ کریں۔ خصوصاً فلاں جرمن ڈاکٹر سے اور حضورؓ نے اپنی جلسہ سالانہ کی تقریر میں خاص طور پر آپ کی صحت کے لئے دعا کی تحریک کی اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو جو ربوہ سے باہر تھیں۔ خود دعا کے لئے تحریر کیا۔ یہ بھی لکھا کہ قرآن مجید انگریزی کا کام کرنے کے لئے میرے پاس صرف یہی شخص ہیں۔ حاجی ملک بشیر احمد صاحب آف نیووے کراچی، والد صاحب کے لئے کراچی سے ایک ڈاکٹر کو لے کر آئے اور آپ کا معائنہ کروایا اور اصرار کیا کہ آپ میرے ساتھ کراچی چلیں۔ والد صاحب نے کہا کہ میں حضورؓ کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتا۔ ملک بشیر احمد صاحب نے ربوہ پہنچ کر اجازت چاہی۔ حضور نے نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ اس امر کو پسند کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ آپ ملک غلام فرید صاحب کو ضرور اپنے ساتھ کراچی لے جائیں اور ان کا علاج کرائیں۔ یہ آپ کا مجھ پر احسان ہوگا۔ چنانچہ والد صاحب مولوی محمد احمد جلیل صاحب کی معیت میں ملک بشیر احمد صاحب کے ہاں کئی ماہ مقیم رہے اور علاج کے ساتھ قرآن مجید کا کام بھی جاری رہا۔‘‘

حضرت ملک غلام فرید صاحب کی دینی خدمات

حضرت ملک غلام فرید صاحب کی دینی خدمات اور آپ کے زندگی وقف کرنے کے سلسلہ میں آپ کے دادا بہت پہلے نشاندہی کر چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد محترم کو رؤیا کے ذریعہ پہلے ہی بتا دیا تھا۔ اس ضمن میں حضرت ملک صاحب کے برادر مکرم ملک عبد الرحیم صاحب تحریر کرتے ہیں: ’’ہمارے دادا جان ملک الٰہی بخش صاحب صوفی مزاج اور بہت دیندار شخص تھے۔ جس کی گواہی کنجاہ کے بھی بہت لوگ دیتے ہیں۔ ایک روز دادا جان نے والد صاحب، ملک نواب الدین صاحب، ملک غلام فرید صاحب اور ملک بشیر علی صاحب کو بلوا کر

بقیہ صفحہ 6 پر

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

برتھ ڈے یا ڈے آف ریمائنڈر

(خالد محمود شرما۔ کینیڈا)

ہم نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی وہاں برتھ ڈے منانے کا کوئی رواج نہیں تھا۔ ہم بھی اسی روایت کو حتی المقدور اپنے بچوں میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ برتھ ڈے منانا چونکہ اس مغربی معاشرے کا ایک لازم وملزوم جزو ہے اس لئے اسکولوں اور ملازمتوں میں اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اپنی برتھ ڈے تو ویسے یاد نہیں رہتی مگر جب دوسرا کوئی برتھ ڈے ’’وش‘‘ کر بیٹھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ زندگی بند مٹھی سے ریت کی مانند پھسلتی جاتی ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ فانی جسم مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہوجائے گا۔ یہ دنیا ایک پردیس کی طرح ہے جہاں انسان کچھ عرصے کے لئے آتا ہے اور پھر کبھی نہ آنے کے لئے اپنے اصل دیس کو سدھار جاتا ہے۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس لمحہ کے لئے ہر لمحہ تیار رہتے ہیں۔

انسانی ارتقاء کے مراحل

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ ’’اے لوگو! اگر تم جی اٹھنے کے بارے میں شک میں مبتلا ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا تھا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جسے خاص تخلیقی عمل یا عام تخلیقی عمل سے بنایا گیا تاکہ ہم تم پر (تخلیق کے راز) کھول دیں۔ اور ہم جو چاہیں رحموں کے اندر ایک مقررہ مدت تک ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کے طور پر نکالتے ہیں تاکہ پھر تم اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچو۔ اور تم ہی میں سے وہ ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے وہ بھی ہے جو ہوش و حواس کھو دینے کی عمر تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ علم حاصل کرنے کے بعد کلیۃً علم سے عاری ہو جائے۔‘‘

(ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ الحج آیت 6)

موت کو یاد رکھو

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ’’لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔‘‘

(جامع ترمذی ابواب الزہد باب فی ذکر الموت)

ایک شخص نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھے نماز میں لذت نہیں آتی فرمایا کہ

’’موت کو یاد رکھو۔ یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے۔ دنیا میں انسان جو گناہ کرتا ہے اس کی اصل جڑ یہی ہے کہ اس نے موت کو بھلا دیا ہے جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی باتوں میں بہت تسلی نہیں پاتا لیکن جو شخص موت کو بھلا دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کے اندر طول امل پیدا ہو جاتا ہے وہ لمبی لمبی امیدوں کے منصوبے اپنے دل میں باندھتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 243 اور 244)

حساب کے لائق شئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’افسوس اس کو موت یاد نہیں ہے۔موت کیا دور ہے جس کی پچاس برس کی عمر ہو چکی ہے اگر وہ زندگی پالے گا تو وہ چار برس اور پالے گا یا زیادہ سے زیادہ دس برس اور آخر مرنا ہوگا۔موت ایک یقینی شئے ہے جس سے ہرگز ہرگز کوئی بچ نہیں سکتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ روپیہ پیسہ کے حساب میں ایسے غلطاں پیچاں رہتے ہیں کہ کچھ حد نہیں مگر عمر کا حساب کبھی بھی نہیں کرتے۔ بدبخت ہے وہ انسان جس کو عمر کے حساب کی طرف توجہ نہ ہو۔سب سے ضروری اور حساب کے لائق جو شئے ہے وہ عمر ہی تو ہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور یہ حسرت لے کر دنیا سے کوچ کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 427)

عالم بقا ہی اصل جگہ ہے

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ فرماتے ہیں کہ ’’ہم میں سے ہر ایک نے خواہ کوئی بھی ہو دنیا کو ایک دن چھوڑنا ہے مگر پھر بھی ہم اس طرح سے چمٹے رہتے ہیں جیسے بچہ ماں سے۔ اور ہرگز الگ ہونا نہیں چاہتے یہاں تک کہ ہم کو زبردستی اور اکثر اوقات خلاف مرضی اس سے الگ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر موت نہ ہوتی تو ہم اپنے بڈھوں کو اور ناکارہ لوگوں کو شاید اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے یا دنیا سے تنگ آجانے کی وجہ سے خودکشیاں کرتے پھرتے دنیا کی زندگی اور اس کے دکھ آخر کار اس میں ہمارا رہنا دوبھر کر دیتے۔ پس خدا تعالیٰ کی کمال حکمت نے ہمارے لئے ایسا انتظام فرمایا کہ ہم خود ایک عمر کے بعد عالم دنیا سے اکتانے لگتے ہیں۔ لیکن چونکہ دوسرا عالم بن دیکھا ہوتا ہے اور شاید آخرت پر کامل یقین میسر نہیں ہوتا اور اپنے گناہوں کا ڈھیر سامنے نظر آتا ہے۔ اس لئیے ہم کو دوسرے جہاں کی طرف انتقال کرتے ہوئے سخت ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے حالانکہ عالم بقا ہی اصل جگہ ہے۔‘‘

(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب جلد اول صفحہ 85 اور 86 یکے از مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی)

بے فکری کی حالت میں مزید زندگی نہیں گزارنی چاہئے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ ’’پس یقین رکھیں کہ لازماً ایک خدا ہے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ آپ کو بے فکری کی حالت میں مزید زندگی نہیں گزارنی چاہئے۔ یہ جہالت ہے، لاعلمی ہے اور یاد رکھیں مرنا ضرور ہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ اگلے رمضان سے پہلے ہم سب لوگ زندہ رہیں گے۔ لازماً ہم میں سے وہ معین لوگ موجود ہیں جو اس وقت اس خطبے میں حاضر ہیں مگر بعید نہیں کہ ان کو اگلا خطبہ بھی نصیب نہ ہو، بعید نہیں کہ اگلے مہینے کے خطبے نصیب نہ ہوں یا نمازیں نصیب نہ ہوں اگلے سال کی بات تو بہت دور کی بات ہے۔ پس اس پہلو سے خدا تعالیٰ نے جو یہ توجہ دلائی شروع میں کہ تم نے مرنا ہے، پیش ہونا ہے یہ خیال آپ کو تقویت بخشے گا اور نیکی کے ارادے کرنے میں آپ کی مدد کرے گا۔ جب موت کا وقت آجائے گا پھر کچھ نہیں ہو سکے گا اور سب پر آنا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو دنیا کی زندگی سے خوش ہیں وہ سوچ کر تو دیکھیں کہ جب موت کا وقت آئے گا تو ایسی بے قراری ہوگی کہ کچھ پیش نہیں جائے گی۔ وہ چاہیں گے کہ ہم واپس ہوں تو پھر کچھ کریں لیکن اللہ تعالیٰ اس خیال کو رد فرمادے گا اور یہ ساری زندگی ہاتھ سے نکل جائے گی اور دارالجزاء آگے لامتناہی سامنے کھڑا ہوگا۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 28 مارچ 1997ء صفحہ 9)

کسی نے عمر کا نسخہ نہیں لکھا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ ’’یہ زندگی تو بہرحال ختم ہو جائے گی کیونکہ یہ برف کے ٹکڑے کی طرح ہے خواہ اس کو کیسے ہی صندوقوں اور کپڑوں میں لپیٹ کر رکھو لیکن وہ پگھلتی ہی جاتی ہے۔‘‘ (آپؑ نے برف کے ساتھ زندگی کی یہ مثال دی کہ اسی طرح کم ہوتی جاتی ہے۔) فرماتے ہیں کہ ’’اسی طرح پر خواہ زندگی کے قائم رکھنے کی کچھ بھی تدبیریں کی جاویں لیکن یہ سچی بات ہے کہ وہ ختم ہوتی جاتی ہے اور روز بروز کچھ نہ کچھ فرق آتا ہی جاتا ہے۔ دنیا میں ڈاکٹر بھی ہیں طبیب بھی ہیں مگر کسی نے عمر کا نسخہ نہیں لکھا۔‘‘ (کوئی یہ نسخہ لکھ کے نہیں دے سکتا کہ ہمیشہ انسان زندہ رہے گا یا اتنی عمر ہوگی) آپؑ فرماتے ہیں ’’جب لوگ بڈھے ہو جاتے ہیں پھر ان کو خوش کرنے کو بعض لوگ آجاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تمہاری عمر کیا ہے؟‘‘ (تھوڑی سی عمر ہے۔ ساٹھ ستر برس کی عمر ہے۔ یہ بھی کوئی عمر ہوتی ہے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں لیکن یہ

بقیہ صفحہ 4 پر

15اگست2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:38	18:51
مدینہ منورہ	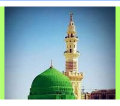	04:33	18:56
قادیان		04:25	19:12
ربوہ		04:05	18:52
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:20	20:24